69912 ـ حصص كى زكاۃ كا تفصيلى بيان

سوال

گزارش ہے كمپنيوں كے حصص ميں زكاۃ كے متعلق تفصيلات فراہم كريں كہ آيا اس ميں زكاۃ ہے يا نہيں، اور اس كى مقدار كيا ہے ؟

پسنديدہ جواب

الحمد للہ.

السهم: شيئر حصص والى كمپنى كے راس المال ميں حصہ كو كہا جاتا ہے جيسا كہ معروف ہے كہ اس حصہ دار كا ثابت شدہ حق ہے.

ديكھيں: الاسهم والسندات (47) موسوعة المصطلحات الاقتصادية والاحصائية (775).

حصہ كمپنى كے منافع سے پيدا ہوتا ہے جو كمپنى كى كاميابى اور اس كے منافع ميں كمى يا زيادتى كے تابع ہوتے ہوئے كم يا زيادہ ہوتا رہتا ہے، اور خسارہ اور نقصان ميں سے بھى اپنا حصہ برداشت كرتا ہے، كيونكہ حصہ كى ملكيت كمپنى كے ايك حصہ كى ملكيت ہے، جو اس حصہ كى مقدار كے مطابق ہوتى ہے.

حصہ يا سہم كى قيمت:

حصص كى كئى ايك قيمتيں ہيں جو ذيل ميں بيان كى جاتى ہيں:

1 ـ اسمى قيمت: يہ وہ قيمت ہے جو كمپنى كى تاسيس كے وقت حصہ كى مقرر كى جاتى ہے، اور يہ حصص كى سند ميں بيان كى گئى ہے.

2 ـ كاغذى قيمت: يہ وہ قيمت ہے جو كمپنى كے التزامات كو نكال كر، اور اس كى اصل كو صادر شدہ حصص ميں تقسيم كر كے بنتى ہے.

3 ـ حصہ كى حقيقى قيمت:

يہ وہ مالى قيمت ہے كہ اگر كمپنى كو ختم كيا جائے اور اسے موجودہ حصص ميں تقسيم كرنے پر قيمت بنے.

4 ـ ماركيٹی قيمت:

یہ وہ قیمت ہے جس میں مارکیٹ کے اندر وہ حصص فروخت ہوتے ہیں اور یہ مانگ اور پیشکش کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے.

اور یہ حصص لوگوں کے مابین لین دین اور تعامل کے قابل ہیں، جس طرح باقی سامان ہے، جسے بعض لوگ خرید وفروخت کا سامان بناتے ہیں، تا کہ اس سے منافع حاصل کر سکیں.

سوال نمبر (4714) کے جواب میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جب کمپنی کوئی حرام اشیاء کا کام نہ کرتی ہو تو اس کے حصص کی خریدو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے.

کمپنی کے حصص کی زکاۃ کس طرح ادا کی جائے؟

بعض حصہ دار تو حصص کا کاروبار منافع کی غرض سے کرتے ہیں، اور بعض لوگ حصص کو آمدن کے لیے حاصل کرتے ہیں نہ کہ اس کا کاروبار کرنے کے لیے.

پہلی قسم کے افراد کے ہاں تو یہ حصص تجارتی مال شمار ہونگے، اور ایکسچینج میں لین دین، تو اس طرح اس کا حکم تجارتی سامان کا ہو گا، تو اس کی زکاۃ ہر سال کے آخر میں اس کی قیمت کے اعتبار سے حاصل کی جائے گی.

اور دوسری قسم میں عصر حاضر کے محقیقین اور ریسرچ کرنے والے علماء کرام کا اختلاف ہے، اور اس میں ان کے ہاں تو بینادی چیزیں ہیں:

اول: اسے کمپنی کی نشاط اور کام کے قطع نظر تجارتی سامان شمار کیا جائے.

ان کا کہنا ہے کہ اس کا مالك بالکل اسی طرح منافع حاصل کرتا ہے جس طرح کوئی تاجر اپنے سامان سے منافع حاصل کرتا ہے، تو اس اعتبار سے یہ تجارتی سامان ہوا.

اور یہ قول اصل میں اس پر مبنی ہے کہ اب صنعتی آلات اور سامان میں زکاۃ ہے، کیونکہ ۔ ان کے ہاں ۔ اسے اموال نامی یعنی بڑھنے والا سامان شمار کیا جاتا ہے.

اور اس قول کو محمد ابو زھرہ، عبد الرحمن بن الحسن، اور عبد الوھاب خلاف وغیرہ نے اختیار کیا ہے.

دوسری وجہ:

ان حصص کو صادر کردہ کمپنی کی قسم کو دیکھتے ہوئے ان حصص کے حکم میں فرق کرنا.

یہ جمہور معاصر علماء کا قول ہے، اگرچہ وہ بعض تفصیلات کے اندر آپس میں اختلاف کرتے ہیں.

ان حصص کمپنیوں کو چار قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

اول:

صرف صنعتی کمپنیاں جو تجارتی اعمال نہیں کرتیں، جیسا کہ رنگوں، ہوٹلنگ، اور مواصلات کی کمپنیاں ہیں، تو ان کے حصص میں زکاۃ نہیں ہے کیونکہ ان کے حصص کی قیمت آلات اور مشینوں اور عمارتوں اور سامان میں ہوتی ہے، جو ان کے استعمال کی لازمی اشیاء ہیں، اور ان اشیاء میں کوئی زکاۃ نہیں، بلکہ ان حصص کے منافع میں زکاۃ ہو گی لیکن وہ اس وقت جب نصاب کو پہنچے اور سال پورا ہو جائے.

دوم:

خالصتا تجارتی کمپنیاں.

سوم:

تجارتی و صنعتی کمپنیاں.

وہ خالص تجارتی کمپنیاں جو بغیر کسی تحویل کے سامان کی خریدو فروخت کرتی ہیں، مثلا امپورٹ ایکسپورٹ کمپنیاں، اور خارجی تجارت کی کمپنیاں.

اور صعنعی و تجارتی کمپنیاں جو کہ صنعت اور تجارت دونوں کا کام کرتی ہیں، مثلا وہ کمپنیاں جو خام مال نکالتی ہیں، یا وہ خام مال خرید کر اس میں کچھ تبدیلی کر کے اسے فروخت کرتی ہیں، مثلا پٹرول کمپنیاں، اور بننے اور کاتنے والی کمپنیاں، اور سٹیل و لوہے کی کمپنیاں، اور کیمائی مواد کی کمپنیاں وغیرہ.

یہ دونوں قسم کی کمپنیاں (خالص تجارتی، اور تجارتی و صنعتی کمپنیاں) ان کے حصص میں سے عمارتوں اور آلات و مشینری کی قیمت نکال کر اس کمپنی حصص میں زکاۃ واجب ہو گی.

اور عمارتوں، آلات اور مشینری وغیرہ کی قیمت سالانہ بجٹ کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے.

چہارم:

زراعتی کمپنیاں، یعنی جن کمپنیوں کا زراعتی کام ہو.

تو اس میں كھیتی اور پھل كی زكاۃ ہو گی ـ اگر تو وہ اس میں سے ہو جس میں زكاۃ واجب ہوتی ہے ـ تو ہر حصہ دار كے حصہ كو دیكھا جائے گا كہ اس كے مقابلے میں كھیتی اور پھل كتنے آتے ہیں، تو حصہ كے مالك پر زكاۃ واجب ہو گی، اگر تو وہ قیمتا سیراب نہیں كرتا ہے تو اس میں عشر ہو گی، اور اگر قیمتا سیراب كرتا ہے تو اس میں نصف عشر ہو گی، لیكن شرط یہ ہے حصہ دار كا حصہ نصاب كو پہنچے جو كہ تین سو (300) صاع ہے.

یہ اس وجہ پر مبنی ہے كہ فیكٹریاں اور عمارتیں مثلا ہوٹل اور گاڑیاں وغیرہ میں زكاۃ نہیں بلكہ ان كے منافع میں زكاۃ ہے جبكہ وہ نصاب تك پہنچے اور اس پر سال گزر جائے، جس كا بیان سوال نمبر (74987) كے جواب میں گزر چكا ہے.

اور یہ دوسرا قول زیادہ صحیح ہے، كیونكہ حصہ كمپنی كا ایك جزء ہے تو زكاۃ میں اس كا حكم بھی كمپنی جیسا ہی ہو گا، چاہے وہ كمپنی صعنتی ہو یا تجارتی یا زراعتی.

اس قول كو شیخ عبد الرحمن عیسی نے اپنی كتاب " المعاملات الحدیثۃ و احكامھا " اور شیخ عبد اللہ البسام اور ڈاكٹر وھبۃ الزحیلی نے مجلۃ المجمع الفقھی (4 / 742) میں اختیار كیا ہے.

اور بسام نے ذكر كیا ہے كہ تجارتی اور صنعتی كمپنیوں كے مابین فرق كرنا جمہور علماء كا قول ہے.

دیكھیں: مجلۃ المجمع الفقھی (4 / 725).

تنبیہ:

اس پر متنبہ رہنا چاہیے كہ صنعتی یا زراعتی كمپنیوں كے خزانے نقدی اموال سے خالی نہیں ہوتے، اور ان اموال میں زكاۃ واجب ہونے میں كوئی اشكال نہیں، لہذا اس نقدی كا اندازہ لگایا جائے گا كہ ایك حصہ كتنے كے برابر ہے، اور حصہ دار كے مالك كے ذمہ اس كی زكاۃ نكالنا ہو گی، اگر وہ اكیلا حصہ نصاب كو پہنچے یا حصہ كے مالك كے پاس موجود نقدی كو ملا كر نصاب تك پہنچے تو وہ اس كی زكاۃ ادا كرے گا.

ڈاكٹر علی السالسوس كا یہی كہنا ہے، دیكھیں: مجلۃ المجمع الفقھی (4 / 849).

اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالی نے بھی یہی تنبیہ كرتے ہوئے كہا ہے:

اگر انسان نے یہ حصص تجارتی غرض كے لیے خریدے ہوں، ـ یعنی اس نے یہ حصص آج خریدے اور كل جب بھی اسے منافع ملا اسے فروخت كر دے ـ تو اسے ان حصص میں ہر برس زكاۃ ادا كرنا ہو گی، اور اس كے منافع میں سے بھی جو حاصل ہو گا اس كی بھی زكاۃ ادا كرے گا.

اور اگر یہ حصص ڈویلپمنٹ وغیرہ کے لیے ہوں، اور وہ اسے فروخت کرنے کا ارادہ نہ رکھے، تو دیکھا جائےگا کہ؛ جو نقدی ہو ۔ سونا یا چاندی یا نقد کرنسی ۔ تو اس میں زکاۃ واجب ہو گی، کیونکہ کرنسی اور سونا و چاندی میں بعنیہ زکاۃ واجب ہے، لہذا وہ ہر حال میں اس کی زکاۃ ادا کرے گا.

تو اس وقت اس ادارے کے ذمہ داران سے دریافت کیا جائے گا کہ ان کے خزانے میں کیا کچھ مال ہے.

اگر تو اشیاء اور منافع ہو؛ نہ کہ سونا اور چاندی، اور نہ ہی کرنسی تو اس میں زکاۃ نہیں بلکہ زکاۃ اس میں ہو گی جو اس سے حاصل ہو اور اس کی ملکیت میں اس پر سال پورا ہو جائے. انتہی

دیکھیں: مجموع فتاوی ابن عثیمین (18 / 199).

مستقل فتوی کمیٹی سے مندرجہ ذیل سوال کیا گیا:

ہم نے کمپنیوں کے حصص کی خریداری میں رقم کی سرمایہ کاری کی ہے، یہ علم میں رہے کہ بعض کمپنیاں منافع تقسیم کرنے سے قبل شرعی زکاۃ کاٹ لیں گی، اور بعض نہیں تو کیا زکاۃ اصل مال پر ہو گی یا ان کمپنیوں کے منافع پر ؟

یہ علم میں رکھیں کہ حصہ داری کی دو قسمیں ہیں:

ا ۔ ایک قسم تو صرف منافع حاصل کرنے کے لیے ہے، نہ کہ حصص کی فروخت کے لیے.

ب ۔ دوسری قسم تجارتی سامان کی طرح حصص کی فروخت کے لیے ہے؟

کمیٹی کا جواب تھا:

اس کے ذمہ فروخت والے حصص اور ان کے منافع پر ہر سال زکاۃ نکالنی واجب ہے، اور اگر کمپنی حصہ داروں کی طرف سے زکاۃ نکالتی ہے تو یہ کافی ہے.

لیکن وہ حصص جو صرف سرمایہ کاری کے لیے ہیں، ان کے منافع میں زکاۃ واجب ہو گی جب اس پر ایک سال پورا ہو جائے تو زکاۃ ادا کرے، لیکن اگر نقدی ہو تو پھر زکاۃ اصل اور منافع دونوں پر ہو گی. انتہی

دیکھیں: فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (9 / 341).

اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالی سے مندرجہ ذیل سوال کیا گیا:

بعض تجارتی ادارے جائداد وغیرہ میں حصہ داری کا معاملہ کرتے ہیں، اور ادارے کے پاس ایک لمبی مدت تک رقم رہتی ہے، جو کئی سالوں تک محیط ہوتی ہے، تو اس حصہ داری کے اموال کی زکاۃ کیسے ادا کی جائے؟

اور کیا ادارے کا مالک اس سارے مال کی وقت کے مطابق زکاۃ ادا کر سکتا ہے، اور پھر وہ اس زکاۃ کو حصہ داروں کے اصل مال یا منافع تقسیم کرنے سے قبل نکال لے ؟

شیخ رحمہ اللہ تعالی کا جواب تھا:

تجارتی حصہ داریوں میں ہر سال زکاۃ واجب ہوتی ہے؛ کیونکہ یہ تجارتی سامان ہے، لہذا اس ہر سال زکاۃ کے وقت ان کی قیمت کا اندازہ لگا کر اس کے دس کا چوتھا حصہ نکالے گا، چاہے وہ خریداری کی قیمت کے برابر ہو یا اس سے کم یا زیادہ.

اور رہا ادارے کے مالک کا زکاۃ نکالنا، اگر تو یہ حصہ داروں کی جانب سے بطور وکیل ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور سابقہ تناسب کے مطابق ہی زکاۃ نکالی جائے گی، اور اگر وہ اسے زکاۃ نکالنے میں وکیل نہیں بناتے تو وہ زکاۃ نہ نکالے، لیکن اسے زکاۃ واجب ہونے کے وقت ہر حصہ دار کو اس کی قیمت بتانا ہو گی تا کہ وہ اس کی زکاۃ اپنے حصہ کے مطابق نکال سکیں، یا پھر وہ اسے زکاۃ نکالنے میں وکیل بنادیں، اور اگر ان میں سے بعض اسے وکیل بنائیں اور بعض نہ بنائیں تو جنہوں نے وکیل بنایا ہے ان کی زکاۃ نکال دے اور باقی حصہ داروں کی زکاۃ نہ نکالے.

اور یہ معلوم ہے کہ جب اس نے زکاۃ نکالی تو اسے اصل مال سے منہا یعنی کم کیا جائے گا، یا پھر منافع میں سے کاٹ لیا جائے گا. انتہی

دیکھیں: مجموع فتاوی ابن عثیمین (18 / 217).

اس قول کا خلاصہ:

وہ حصص جس کے مالک نے ان حصص سے تجارت اور منافع کا ارادہ کیا ہو، اور تجارتی کمپنیوں کے حصص میں حصہ کی اصل رقم اور منافع دونوں میں زکاۃ واجب ہے.

اور صنعتی کمپنیوں کا منافع جب زکاۃ کے نصاب کو پہنچے اور اس پر پورا سال گزر جائے تو اس پر زکاۃ واجب ہو گی، اور اس کے حصص میں زکاۃ نہیں مگر اس حصہ کے مقابلہ میں جو کمپنی کے خزانہ میں اس کی قیمت ہے اس پر زکاۃ ہو گی.

اور زراعتی کمپنیوں میں حصہ کے مقابلہ میں جو کھیتی یا پھل ہیں اگر وہ ان زکاۃ والی اصناف میں شامل ہیں تو ایک شرط کے ساتھ ان میں زکاۃ واجب ہو گی کہ اگر وہ حصہ نصاب کو پہنچے، اور وہ نصاب تین سو صاع ہے اور

کمپنی میں خزانے میں جو حصہ کے مقابلے میں نقدی ہے اس پر بھی زکاۃ لاگو ہو گی.

کیا زکاۃ کمپنی کے ذمہ ہو گی یا حصہ داروں پر ؟

بعض محققین کا کہنا ہے کہ زکاۃ کمپنی کے ذمہ ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ حصہ دار کمپنی کو ایک مستقل اور شخصی اعتبار حاصل ہے، اور وہ مال میں تصرف کرنے کا حق رکھتی ہے، اور زکاۃ مال کے متعلقہ ہے، اس لیے زکاۃ کے لیے بلوغت اور عقل کی شرط نہیں رکھی گئی.

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ کمپنی کو اگر چہ شخصی اعتبار حاصل ہے تو یہ شخصیتی اس پر زکاۃ کے وجوب کے لیے صالح نہیں، جبکہ زکاۃ کے وجوب کے اسلام اور آزادی... الخ کی شرط ہے، اور یہ اوصاف کمپنی میں نہیں ہیں.

پھر یہ بھی ہے کہ کمپنی کی ملکیت میں جو مال ہے وہ اس کا اپنا نہیں بلکہ اس کی ملکیت تو حصہ داروں کی نیابت میں ہے، اصلا ملکیت تو حصہ داروں کی ہے نہ کہ کمپنی کی.

اور انہوں نے چوپایوں میں شراکت سے قیاس کرتے ہوئے بھی دلیل پکڑی ہے، کیونکہ سارے مال میں زکاۃ واجب ہوتی ہے کہ جیسا وہ سارا ہے، نہ کہ ہر شریک کے مال پر علیحدہ علیحدہ.

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ: چوپایوں کے جمع میں زکاۃ کے وجوب کا معنی یہ نہیں کہ مال کمپنی پر اس شخصی اعتبار سے مال واجب ہے، بلکہ اس کا معنی تو یہ ہے کہ شراکت داروں کا مال اور زکاۃ کا حساب ایک دوسرے کے ساتھ جمع کیا جائے جیسا کہ ایک ہی شخص کا مال ہے.

اور جمہور علماء کرام اور محققین کا کہنا ہے کہ زکاۃ حصہ دار پر - اور صحیح بھی یہی ہے - کیونکہ مال کا حقیقی مالک تو حصہ دار ہے، اور کمپنی تو صرف اس کی نیابت کرتے ہوئے کمپنی کی شروط کے مطابق اس کے حصوں میں تصرف کر رہی ہے.

اور اس لیے بھی کہ زکاۃ ایک عبادت ہے جس کی ادائیگی کے وقت نیت کی ضرورت ہے، اور اس کی ادائیگی میں اجروثواب حاصل ہوتا ہے، اور زکاۃ ادا نہ کرنے والے کو سزا دی جاتی ہے، اور حصہ دار کمپنی میں اس چیز کا تصور بھی نہیں.

حصص کی زکاۃ کون نکالے گا: کمپنی یا حصہ دار؟

اصل تو یہ ہے کہ حصہ کی زکاۃ نکالنے والا حصہ دار خود ہے، کیونکہ وہ اس کا مالک اور وہی زکاۃ نکالنے کا مکلف بھی ہے، لیکن اگر اس کی نیابت کرتے ہوئے کمپنی اس کی جانب سے زکاۃ نکال دے تو اس میں کوئی حرج

نہيں فقھی اكيڈمی نے بيان كيا ہے كہ چار حالت ميں حصہ دار كمپنی كا زكاۃ نكالنے ميں كوئی مانع نہيں:

" جب كمپنی نے اپنے اساسی نظام ميں يہ بيان كيا ہو، يا پھر عمومی كميٹی كی جانب سے اس كا فيصلہ كيا جائے، يا حكومت كا قانون كمپنيوں كو زكاۃ نكالنے كا پابند كرتا ہو، يا پھر حصہ داروں كی جانب سے كمپنی كو اتھارٹی ليٹر ملے كہ وہ اس كے حصہ ميں سے زكاۃ ادا كر دے "

ديكھيں: مجلة المجمع الفقهی (4 / 1 / 881).

حصوں كی زكاۃ كی مقدار:

كمپنيوں كے حصص كی زكاۃ دس كا چوتھا يعنی اڑھائی فيصد (2.5 %) ہے چاہے اس كے مالك كا مقصد تجارتی ہو يا سالانہ منافع حاصل كرنا، كيونكہ اگر وہ تجارتی مقاصد سے ہوں تو يہ تجارتی سامان ہے، اور تجارتی سامان كی زكاۃ ربع العشر دس كا چوتھا حصہ ہے، اور اگر اس نے سالانہ منافع حاصل كرنے كے ليے حاصل كيے ہيں تو يہ كرايہ والی عمارت كے مشابہ ہے، اور جائداد كے كرايہ ميں بھی زكاۃ اڑھائی فيصد ہے.

حصوں كے سال كا حساب كب شروع ہو گا ؟

تجارتی كمپنيوں كے حصوں يا ان حصوں ميں جن كے مالك حصص كی تجارت كرتے ہيں تو سال ميں ان كا منافع بھی اصل مال كے تابع ہے، كيونكہ تجارت كے منافع ميں كوئی نيا سال شمار نہيں كيا جائيگا، بلكہ اس كا سال بھی وہی ہے جو اصل مال كا ہے، اگر اصل مال نصاب كو پہنچتا ہو.

ديكھيں: المغنی لابن قدامة (4 / 75).

ايك بات كی تنبيہ ضروری ہے كہ جب تجارتی سامان سونے يا چاندی يا نقدی كے ساتھ خريدا جاتا ہے تو اس كی خريداری سے نيا سال شروع نہيں كيا جائے گا، بلكہ اگر وہ نصاب كے مطابق ہے تو اس كی بنا انہيں پيسوں اور نقدی پر ہو گی جس سے سامان خريدا گيا ہے.

شيخ ابن عثيمين رحمہ اللہ تعالی كہتے ہيں:

آپ كو علم ہونا چاہيے كہ تجارتی سامان كا سال اس كی خريداری كے بعد نہيں آتا، بلكہ اس كا سال اصل مال والا ہی ہے، كيونكہ وہ تو راس المال سے دراہم كی طرح ہے جسے آپ نے سامان ميں تبديل كر ديا ہے، تو اس كا سال پہلے مال كا ہی ہو گا" انتہی

ديكھيں: مجموع فتاوی ابن عثيمين (18 / 234).

مزید تفصیل کے لیے آپ سوال نمبر (32715) کے جواب کا مطالعہ ضرور کریں.

اور صنعتی کمپنیاں اور وہ جو اپنے حصص سرمایہ کاری اور سالانہ منافع پر رکھتی ہیں، نہ کہ تجارتی غرض سے تو ان حصص کے منافع پر زکاۃ ہو گی اگر ہر حصہ نصاب کو پہنچتا ہو، یا جس کے پاس نقد رقم ہے وہ اس حصہ کے ساتھ ملا کر نصاب کو پہنچ جائے تو اس کی زکاۃ ادا کرنا ہو گی، اور اس کے سال کا حساب اس منافع کو لینے کے وقت سے شروع ہو گا، جیسا کہ فقہ اکیڈمی اور شیخ عبد اللہ البسام کا فیصلہ ہے.

دیکھیں: مجلۃ المجمع الفقھی (4 / 1 / 722).

یہاں ایک تنبیہ کرنا ضروری ہے کہ زراعتی کمپنیوں کے حصوں جن میں کھیتی اور پھلوں کی زکاۃ واجب ہوتی ہے علماء کرام کے اتفاق کے مطابق اس میں زکاۃ واجب ہونے کے لیے سال پورا ہونے کی شرط نہیں، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

اور اس کا حق کاٹنے کے دن ادا کرو **الانعام** (141).

دیکھیں: الموسوعۃ الفقھیۃ (23 / 281).

تو ہر محصول کی زکاۃ علیحدہ شمار کی جائے گی.

زکاۃ نکالنے کے لیے حصہ کی قیمت کس طرح لگائی جائے گی ؟

جن حصوں میں زکاۃ واجب ہے (جن میں مالک تجارت کرتا، یا تجارتی کمپنی کے حصص ہوں) اس کی زکاۃ سال کے آخر میں مارکیٹ قیمت کے مطابق لگا کر زکاۃ نکالی جائے گی.

کیونکہ یہ حصص تجارتی سامان ہیں، اور تجارتی سامان کی سال کے آخر میں قیمت لگا کر پھر اس قیمت پر زکاۃ نکالی جاتی ہے، لیکن حصے کی اصل قیمت کو نہیں دیکھا جاتا.

مزید تفصیل کے لیے آپ سوال نمبر (32715) کے جواب کا مطالعہ ضرور کریں.

اور وہ حصص جن میں زکاۃ نہیں ہے (وہ صنعتی کمپنیوں کے حصص ہیں) سال کے آخر میں ان حصص کی قیمت لگانے کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ اس کی زکاۃ اس کے منافع پر ہے نہ کہ حصص پر.

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالی سے مندرجہ ذیل سوال کیا گیا:

کیا حصص کی زکاۃ اس کی رسمی قیمت پر ہو گی یا مارکیٹ کی قیمت کے مطابق یا کیا کرنا ہو گا؟

تو شیخ رحمہ اللہ تعالی کا جواب تھا:

حصص اور اس کے علاوہ دوسرے تجارتی سامان پر مارکیٹ کی قیمت کے مطابق زکاۃ ہو گی، لہذا جب خریداری قیمت ایك ہزار ہو اور زکاۃ کے وجوب کے وقت اس کی قیمت دو ہزار ہو تو اس کا اندازہ دو ہزار لگایا جائےگا کیونکہ چیز کی قیمت تو زکاۃ کے وجوب کے وقت معتبر ہو گی نہ کہ اس چیز کی خریداری کے وقت کی قیمت. انتہی

دیکھیں: مجموع فتاوی ابن عثیمین (18 / 197).

واللہ اعلم .